مسلم سلاطین اور مسیحی فرماں رواؤں کا تقابل

از

(مولانا ابو القاسم رفیق دلاوری)

انگریز حکام نے ہندوستان میں اپنی حکومت کا قیام و بقا تفرقہ اندازی پر موقوف سمجھ رکھا تھا۔ اُن پر یہ واہمہ متسلط تھا کہ اگر وہ رعایا کو باہم متصادم نہ رکھیں گے تو اس پر کامیابی اور آبرومندی کے ساتھ حکومت نہ کر سکیں گے۔ اس بنا پر ان کی انتہائی کوشش ہمیشہ یہی رہی کہ ملک کی مختلف قوموں میں باہم سر پھٹول جاری رہے۔ اور اگر اتحاد و اتفاق کی صورت پیدا ہو تو کوئی نئی فتنہ انگیزی کر کے پھوٹ ڈال دیں۔

اس سلسلہ شر انگیزی میں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جذبہ نفرت و عناد پھیلانے کے لئے نصابِ تعلیم میں انگریز مصنفوں کی لکھی ہوئی جو تواریخ ہند مقرر کیں، ان میں مسلمان بادشاہوں کو انتہا درجہ کے ظالم، نابکار، نالائق اور غیر مسلم رعایا کے حق میں سخت جابر ظاہر کیا گیا ہے۔ کسی انگریز مصنف کی کوئی تاریخ ایسی نہ ملے گی جس میں موحد سلاطین پر طعن و تشنیع کی غلاظت نہ اُچھالی گئی ہو۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ بطور ردِ عمل خود انگریز مصنفوں کی کتابوں سے مسلمان اور مسیحی حکمرانوں کا کچھ تقابل دکھایا جائے۔

رعایا سے خلفائے ہسپانیہ کا سلوک مسلمان قریباً آٹھ سو سال تک اسپین (ہسپانیہ یا اُندلس) پر حکمراں رہے۔ اس عرصہ میں انہوں نے اپنی یہودی و نصرانی رعایا سے جو عادلانہ و مشفقانہ برتاؤ کیا، اُس کی کیفیت خود یورپی مورخوں کی زبان سے سُنیئے۔ مسٹر ایس، پی، سکاٹ کتاب ہسٹری آف دی مُورِش ایمپائر اِن یورپ میں لکھتے ہیں:-

مسلمان فاتحین نے عہدِ سابق کے مسیحی قوانین کا احترام قائم رکھا۔ البتہ اس کے دستور العمل

اسلامی قوانین کے تابع کر دئے۔ مفتوحین پر وہی قانون نافذ تھا مگر اُسی حد تک کہ اسلامی شریعت کے خلاف نہ پڑے۔ مسلم تاجداروں نے اپنے عدل و انصاف، مسامحت و رواداری اور مراحم خسروانہ سے بہت جلد دلوں کو مسخر کر لیا۔ یہودی مرفہ الحال ہو گئے۔ عیسائی اپنے مذہبی تعصبات بھول گئے۔ غلاموں نے وہ کلمۂ توحید پڑھ لیا جس سے اُن کا داغ غلامی ہمیشہ کے لئے مٹ گیا اور وہ اپنے حکمران سلاطین کے مساوی ہو گئے (ہسٹری آف دی مورش امپائر اِن یورپ مطبوعہ لندن جلد اول ص ۲۵۸)

مسلمان بادشاہوں نے یہودیوں کے ساتھ امید سے بڑھ کر سلوک کیا اور ان سے اِس خوبی اور انصاف کے ساتھ پیش آئے کہ اس کی مثال عہد جاہلیت اور عیسائی تاجداروں سے ان کو کبھی نہیں ملی تھی۔ مسلمانوں نے انہیں اپنی مسجدوں کے سامنے معابد بنانے کی اجازت دی (ایضاً جلد ۳ ص ۱۳۱) مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے ان مظلوم و مقہور قوموں کو جو مدت دراز سے لگد کوب زمانہ ہو رہے تھے بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ چناں چہ افریقی یہودیوں نے مسلمانوں کا اسی جوش و خروش کے ساتھ خیر مقدم کیا جیسا کہ ایک ستم رسیدہ اور مایوس و مضطر آدمی کو کرنا چاہیے (ایضاً ص ۱۳۴)

مسلمان والیان ملک کی یہودی رعیت نے اپنے لئے اُس نمونہ پر ایک نظام حکومت قائم کر لیا جو اُن کے بزرگوں میں چلا آتا تھا اور جس کو کوئی حلیم سے حلیم بادشاہ بھی گوارا نہیں کرتا، چہ جائے کہ عیسائیوں جیسے تشدد پسند اور کینہ توز فرمانروا اس کو برداشت کرتے۔ یہودی اسلامی مملکت میں رہ کر اپنے میں سے کسی اعلیٰ خاندان کے کسی سر برآوردہ شخص کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیتے تھے۔ یہودی اس کو کچھ محصول ادا کرتے تھے۔ یہ بادشاہ اپنے دیوانی اور فوجداری حکام اور دینی مقتدا خود انتخاب کرتا تھا۔ خلفائے ہسپانیہ اس نظام حکومت اور اُس بادشاہ کو دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ لیکن اتنی بات تھی کہ یہودی حکمران اور اس کے مقرر کردہ حکام کو خلیفۂ وقت کے احکام کا پابند رہنا پڑتا تھا (ایضاً ص ۱۳۸)

یہودی دینِ اسلام کی مسامحت و رواداری سے برابر فائدہ اٹھاتے جاتے تھے۔ چودھویں صدی عیسوی میں جب کہ ہنوز غرناطہ کے اندر اسلامی سلطنت قائم تھی، وہاں یہودیوں کے پندرہ ہزار خاندان آباد تھے۔ غرناطہ کو چھوڑ کر باقی تمام جزیرہ نمائے اسپین میں جہاں جہاں ازسرِنو مسیحی حکومت قائم ہوگئی تھی، یہودی رعایا بدامنی اور انقلاب کے چنگل میں گرفتار تھی۔ محتسب پادری ان کو ایذائیں دیتے تھے۔ مسیحی فرمانروا اُن کو لوٹتے تھے۔ مگر غرناطہ میں یہ لوگ وہاں کے دو آخری مسلمان شاہی خاندانوں کے ظلِّ عاطفت میں نہایت امن و عافیت کے ساتھ اپنے کاروبار میں مصروف تھے۔ یہاں تک کہ اُدھر عیسائیوں نے مسلمانوں کو غرناطہ سے بے دخل کیا، اِدھر یہودی تباہ ہوگئے۔ (ایضاً ص ۱۴۹)

اسی طرح مسٹر ایچ، ایم، اسٹیفنس تاریخ پرتگال میں لکھتے ہیں:-

سلاطین بنو اُمیہ کی دانش مند اور حلیم و بردبار سلطنت کے ماتحت اسپین اور پرتگال بدستور عروج و ترقی سے ہمکنار رہے۔ اگرچہ عرب فاتحین کو اپنے اسلامی عقائد سے بڑا شغف تھا، تاہم اُموی سلاطین روشن خیال فرمانروا تھے۔ وہ مسیحیت کے مؤید و پشت پناہ نہیں تھے اور رعایا کو قبولِ مسیحیت کی تحریص و ترغیب نہیں دیتے تھے۔ تاہم اُس وقت تک مسیحیت کے حامی تھے، جب تک عیسائی پادریوں کی طرف سے اسلام کے خلاف معاندانہ سرگرمیوں کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ (تاریخ مطبوعہ لندن صفحہ ۱۲)

اور مسٹر جون ڈیون پورٹ لکھتے ہیں کہ اگر عربوں اور ترکوں کی بجائے اہلِ یورپ ایشیا کے مالک ہوتے تو وہ اسلام کو اس طرح برداشت نہ کرتے، جس طرح مسلمانوں نے مسیحیت کو برداشت کیا اور مسٹر جیبٹ فیلڈ نے ہسٹوریکل ریویو (صفحہ ۱۱۳) میں بیان کیا کہ اگر عرب، ترک اور دوسرے اسلامی قبائل عیسائیوں سے وہی سلوک کرتے جو یورپی قوموں نے قرآن ماننے والوں سے روا رکھا تو اغلب ہے کہ ایشیا کی سرزمین سے مسیحیت کا نام و نشان مٹ جاتا (اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن مطبوعہ لندن ص ۴۴)

رعایا سے مسیحی حکمرانوں کا سلوک اب اس کے مقابلہ میں ذرا مسیحی رُواداری اور رعایا پروری کے چند تابناک نمونے ملاحظہ ہوں۔ مسلمانوں سے پہلے ہسپانیہ پر گوتھ عیسائیوں کی حکومت تھی۔ گوتھوں کی رعایا ہسپانیہ کے عیسائی اور یہودی تھے۔ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ تمام حکمران احسان و مروّت کا سلوک کرتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ گوتھ عیسائیوں نے غیر مذہب یہودی رعایا کے ساتھ کیا برتاؤ برتا؟ اسی طرح اُن ہسپانوی عیسائیوں کی رعیت پروری پر بھی ایک نظر ڈالنی چاہئے جو اسلامی حکومت کے زوال کے بعد ہسپانیہ کے مالک ہوئے اور جن کی غیر مسیحی رعایا مسلمان اور یہودی تھے۔

یہودیوں کا لحم خنزیر کھانے پر مجبور کیا جانا چھٹی صدی عیسوی کے اواخر میں ہسپانیہ اور پرتگال پر گوتھ نسل کے عیسائیوں کی عمل داری تھی۔ ان فرمانرواؤں کے قوانین کا ایک بڑا حصہ یہود سے متعلق تھا۔ یہ آئین یہودیوں کو بہت سے حقوق سے محروم کرنے، اُن کے مذہبی رسوم کے روکنے اور ان کے جرائم کی فہرست اور عقوبتوں کی تفصیل سے مملو تھے۔ ان قوانین کے رُو سے یہودی اپنی کوئی قومی عید نہیں منا سکتے تھے۔ کسی عیسائی کے خلاف شہادت نہیں دے سکتے تھے۔ اگر کوئی عیسائی عورت کسی یہودی سے شادی کر لیتی تھی تو وہ شادی کالعدم متصور ہوتی تھی۔ اگر اس تعلق سے کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو پادریوں کو حق حاصل تھا کہ اس کو والدین سے چھین کر مسیحی تعلیم دیں۔ ختنہ کرانا بھی یہود کے لئے قانوناً ممنوع تھا۔

اس مضحکہ خیز قانون کی ظلم آرائی نے یہودیوں کو لحم خنزیر کھانے پر بھی مجبور کر رکھا تھا حالاں کہ (اسلام کی طرح) یہودی مذہب میں بھی یہ قطعاً حرام ہے اور یہودی خاندانوں میں نسلاً بعد نسلٍ حرام اور نجس ہی یقین کیا جاتا رہا ہے۔ اگر کوئی یہودی ان ظالمانہ احکام کی خلاف ورزی کرتا تھا تو وہ عموماً زندہ آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ ہاں اگر کبھی سزا میں نرمی اختیار کی جاتی تو مجرم کو سنگسار کر دیا جاتا تھا۔ گوتھ بادشاہوں کے عہدِ سلطنت میں جو یہودی جتنا زیادہ دولت مند تھا، اتنا ہی زیادہ مجرم تھا۔ ہزاروں یہودی گرفتار ہوئے۔ لوٹے اور قتل کئے گئے۔

نوّے ہزار یہودیوں کا بالجبر عیسائی بنایا جانا

جو مذہبی کونسل بادشاہوں کا انتخاب کرتی تھی، اس میں پادریوں کی اکثریت تھی۔ اُن کے اثر و اقتدار سے بادشاہ کے حلف نامہ میں یہ دفعہ بھی بڑھادی گئی کہ میں اپنے ممالک محروسہ میں رومن کیتھولک مذہب کے سوا کسی دین یا مذہب کو سرسبز نہ ہونے دوں گا۔ کثیر التعداد یہودیوں کو جن کی تعداد نوّے ہزار بتائی جاتی ہے بجبر و اکراہ عیسائی بنالیا گیا اور کھلّے خزانے ان کو اصطباغ دیا گیا۔ یہود کی ایک کثیر جماعت دین کو جلاء وطنی پر ترجیح دے کر فرانس، اٹلی یا دوسرے ممالک کو بھاگ گئی (ہسٹری آف دی مُورِش امپائر ان یورپ جلد ۳ ص ۱۲۸ - ۱۲۹)

پادری یہ چاہتے تھے کہ تمام یہودی جبراً عیسائی بنائے جائیں۔ ان پر اس شدت سے ظلم توڑے گئے کہ بعض اوقات ان کو دیکھ کر اُس زمانہ کی نیم وحشی اور متعصب آدمی بھی بدحواس ہو جاتے تھے (ایضاً جلد اوّل صفحہ ۱۸۰)

لاکھوں یہودیوں کی جلاوطنی

گو ان فرمانرواؤں نے اپنی یہودی رعایا کے ساتھ جو سفاکانہ سلوک کیا، اُس کا ایک دھندلہ سا عکس قارئینِ کرام کی نظر سے گذرا، اب ذرا ان عیسائیوں کی "رو شفقت مآبی" بھی ملاحظہ ہو جنہیں اسلامی حکومت کے زوال کے بعد وہاں چتر شاہی نصیب ہوا۔ مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"جیسے جیسے مسلمانوں کو زوال آتا گیا، ہسپانیہ کے پادری یہودیوں کو زیادہ تکلیفیں دیتے گئے۔ (ہسٹری آف دی مُورِش امپائر ان یورپ جلد ۳ ص ۱۵۴) مسٹر ہنری چارلس لی لکھتے ہیں کہ ۱۴۹۲ء میں جب غرناطہ پر عیسائیوں کا عمل و دخل ہوا تو اس فتح کی خوشی میں یہودیوں کو ہسپانیہ سے خارج کر دینے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ کئی لاکھ یہودی جلاوطن کئے گئے (موریسکوز آف اسپین مطبوعہ لندن ص ۱۶)

مسلمان رعایا سے مسیحی حکمرانوں کا برتاؤ

مسیحی حکمرانوں نے مسلمان مفتوحین سے جو سلوک کیا، وہ اس برتاؤ سے کہیں زیادہ سفاکانہ و بہیمانہ تھا جو یہودیوں سے روا رکھا گیا تھا۔ مسٹر ہنری چارلس لی

رقمطراز ہیں:-

سنہ ۱۳۳۷ء میں تاراگونڈا کے اسقفِ اعظم آرنالڈ نے پوپ سے درخواست کی کہ وہ ہسپانوی صوبہ ارغون کے فرمانروا کو حکم دے کہ مسلمانوں اور یہودیوں کو اپنی مملکت سے خارج کر دے اور سر برآوردہ لوگوں کو اختیار دیا جائے کہ مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر غلاموں کی حیثیت سے بیچ ڈالیں اور ان کی جائدادیں فروخت کر دیں کیوں کہ وہ ملک کے دشمن اور کافر ہیں اور اس طرح جو زرِ نقد حاصل ہو، وہ ملک کے سود و بہبود پر خرچ کیا جائے۔ (مورسکوز آوف اسپین مطبوعہ لندن ص ۱۰)

سنہ ۱۴۸۳ء میں حکم ہوا کہ اگر کہیں عشائے ربانی لے جایا جاتا ہو تو مسلمان اور یہودی بازاروں میں گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو جایا کریں اور عیسائیوں کے تمام تیوہار منائیں۔

اسی سال مسلمانوں اور یہودیوں پر سرکاری ملازمت کے دروازے قطعاً بند کر دیے گئے۔ (ایضاً ص ۹)

مسجدوں کی گرجوں میں تبدیلی | ایک کوشش یہ کی گئی کہ مسجدوں کو گرجے بنا لیا جائے چناں چہ چند مسجدیں گرجوں میں تبدیل بھی کی گئیں۔ بعض مسجدوں میں مسیح (علیہ السلام) اور مریم عذرا کی تصاویر چسپاں کر دی گئیں۔ پادریوں نے بعض مساجد میں عیسائی طریقہ پر نماز بھی پڑھائی جس میں وہ مسلمان بھی شامل ہوئے جن کو بالجبر بپتسمہ دیا گیا تھا لیکن جس دین (مسیحیت) کا طوق ان کے گلے میں ڈالا گیا تھا، اس پر وہ چند روز سے زیادہ قائم نہ رہے، جیسے ہی انھیں احساس ہوا کہ تشدد اور خطرہ جاتا رہا، انھوں نے از سرِ نو اسلامی طور طریقے اختیار کر لئے اور پہلے کی طرح مسجدوں میں جا کر اسلامی نمازیں پڑھنی شروع کر دیں۔ بہت سے مسلمانوں نے اپنی سلامتیٔ ایمان ہجرت پر منحصر دیکھی، اس لئے افریقہ بھاگ گئے۔ اس موقع پر کم از کم پانچ ہزار اسلامی مکانات خالی ہو گئے (ایضاً ص ۶۷)

کھال کھنچوانے کے دردناک حادثے | مسیحی وہ "رحم و کرم" کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔ جب اسپین میں

مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنایا جارہا تھا تو ملک کے طول و عرض میں شورش بپا تھی۔ اس سلسلہ میں عربوں کے ایک سرگروہ عبداللہ نامی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تھے۔ مسٹر ہنری چارلس لی ان کی نسبت لکھتے ہیں:۔

عبداللہ کی لاش کی ہر طرح سے بے حرمتی کی گئی۔ ان کا سر کاٹ کر ایک آہنی پنجرہ میں بند کرکے ایک چوک کی محراب میں رکھ دیا گیا۔ یہ سر کئی سال تک النجارہ کی طرف دیکھتا رہا۔ جن اضلاع میں نئی نئی بے چینی پھیلی تھی، ان میں فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے چھوڑ دیے گئے اور ہر سپاہی سے کہہ دیا گیا کہ جو کوئی ڈیزا کے پاس کسی عرب کو پکڑ لائے گا، اس کو بیس ڈوکیٹ فی عرب انعام ملے گا۔ جب کوئی عرب ڈیزا کے سامنے پیش کیا جاتا تو وہ اس کو غور سے دیکھتا۔ اگر معمولی حیثیت کا آدمی ہوتا تو اسے جہازوں پر مشقت کے لئے بھیج دیتا اور اگر معزز و سربرآوردہ آدمی ہوتا تو پہلے تو چمٹے گرم کرا کرا کر اُس کی کھال نچواتا۔ پھر پھانسی دے دیتا (مور سکوز آف سپین ص ۲۶۳) انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پاپائے اعظم اور مسلم فرمانرواؤں کی رواداری کا مقابلہ

اسلامی اور مسیحی رواداری کا جو مقابلہ سطور بالا میں پیش کیا گیا، وہ ہر دو مذاہب کے تاجداروں سے متعلق تھا۔ اب مسلم حکمرانوں کی مسامحت و رواداری کا تقابل حضرت پوپ کی "آشتی اور بلند نظری" سے کیا جاتا ہے۔ پوپ یا پاپائے اعظم مسیحی فرقہ رومن کیتھولک کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا کا لقب ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کا جانشین سمجھا جاتا ہے اور جس کا مرکز و مستقر اٹلی کا پایۂ تخت رومہ ہے۔ آج کل تو یہ حالت نہیں رہی، لیکن ایک وہ زمانہ تھا جب کہ رومن کیتھولک مذہب کے بادشاہ کٹ پتلی کی طرح پوپوں کے اشاروں پر رقص کیا کرتے تھے۔ مسٹر اسکاٹ رومن کیتھولک فرقہ کی تنگ نظری کے ذکر میں لکھتے ہیں:۔

"جس خاص وضع کے مذہب کے داعی و منّاد اپنی کامیابی کا مدار اس پر سمجھتے ہوں کہ ان لوگوں کا نام صفحۂ ہستی سے محو کر دیا جائے جو ان کے خود ساختہ اصولوں کو تسلیم نہیں کرتے ایسے

لوگ فی الحقیقت اپنے الہامی مذہب اور اُس کے سچے اصولوں پر ایمان نہیں رکھتے کہ جن کو وہ بجبر و قہر دنیا میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ جس زمانہ میں پوپوں کی عظمت آسمان سے باتیں کر رہی تھی، غیر مذاہب کا کوئی فرد جس پر ان کا قابو چل سکتا تھا، اس کی جرأت نہیں کر سکتا تھا کہ اپنے مذہب کا اظہار کر سکے یا اظہار کر کے زندہ سلامت رہ سکے۔ برخلاف اس کے اسلامی خاندانوں بنو امیہ اور بنو اغلب کے عہد سلطنت میں غیر مذاہب کے لوگ بلکہ بت پرست بھی جزیہ دے کر ہر طرح سے امن و امان کی زندگی بسر کرتے تھے (ہسٹری آف دی مورش ایمپائر ان یورپ جلد ۳ ص ۱۴۷)۔

سلطان صلاح الدینؒ اور شاہ رچرڈ کا اخلاقی موازنہ

مسٹر ڈیون پورٹ لکھتے ہیں کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی ذات میں اہل اللہ کا سا تقویٰ و تقدس پایا جاتا تھا۔ وہ خلقِ خدا کے حق میں بڑے رحیم و شفیق تھے۔ ان کا حلم و وقار ان کے حریفوں تک کے لئے قابلِ تقلید تھا۔ سلطان بلاشبہ اعلیٰ درجہ کی شجاعت، بلند ہمتی، عقل و دانش اور فیاضی کے انسان تھے جب سلطان کا دمشق میں انتقال ہوا ہے تو وصیت کر گئے تھے کہ میراث کو غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔

اس کے مقابلہ میں سلطان کے حریفِ مقابل رچرڈ اول شاہ انگلستان کی طرف دیکھو کہ جس کی ساری ٹھاٹھ اُن بڑی بڑی رقموں کے طفیل قائم ہوئی تھی جو رعایا پر جور و ظلم کر کے بجبر وصول کی گئی تھیں۔ اس کی آتشِ حرص و آز کبھی بجھتی نہ تھی۔ اس کی بے لگام نفس پرستی نے نہ صرف اُس کو اپنی حسین ملکہ برنجیریا کی طرف سے بے رُخی برتنے پر مائل کر رکھا تھا بلکہ اُس سے ایک ایسا ناشدنی گناہ بھی کرایا تھا جو بالکل ناقابلِ بیان ہے۔ ایک غریب راہب نے شاہ رچرڈ اول پر بھری عدالت میں اُس کے ایک نہایت ناپاک جرم پر بُری طرح لے دے کی تھی اور کہا تھا کہ تم ایسی سیاہ کاریوں کا ارتکاب کرتے وقت ذرا سدوم کی تباہی کو پیشِ نظر رکھ لیا کرو۔

سلطان محمود غزنوی کا شاہان یورپ سے مقابلہ

مسٹر ڈیون پورٹ لکھتے ہیں: مسلم حکمران خاندانوں کے اکثر بادشاہ غیر معمولی اخلاق و اطوار کے مالک گزرے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کی فہم و فراست،

عاقبت اندیشی، اولوالعزمی، فراخ حوصلگی اور علوم وفنون کی پشت پناہی، ایسے صفات ہیں جن کا کوئی انصاف پسند انکار نہیں کرسکتا۔ سلطان نے مشاہیرِ وقت کے حق میں وہ فیاضیاں کیں کہ دارالسلطنت غزنی اصحابِ علم وفضل کا مرجع بن گیا۔ جس طرح سلطان محمود دولت فراہم کرنے میں مستعد تھے، اسی طرح اس کے خرچ کرنے کا بھی اُن کو پورا سلیقہ تھا۔ ان کے چاروں اوّلیں جانشین بھی علوم وفنون کے سرپرست تھے۔ یہ پانچوں بہترین حکمران ہونے کے باعث اپنی رعایا کے بڑے محبوب تھے۔ کیا ان پانچوں کے مقابلہ میں ولیم اوّل اور اس کے جانشینوں میں بھی اس قسم کی کوئی کوئی خوبی اور اخلاقی پاکیزگی دکھائی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

جب بارھویں صدی میں لوئیس ہفتم شاہ فرانس شہر ویٹری پر قابض ودخیل ہوا تو اس نے فوج کو حکم دیا کہ شہر کو نذرِ آتش کردیا جائے۔ اس غیر انسانی حکم کا انجام یہ ہوا کہ تیرہ سو انسان آگ کے شعلوں میں جل کر راکھ ہوگئے۔ انہی ایام میں انگلستان کے اندر خانہ جنگی کی آگ اس شدت سے شعلہ زن تھی کہ آلاتِ زراعت تک ضائع ہوگئے اور زمین بلا کاشت رہ گئی۔ اسی طرح چودھویں صدی عیسوی میں فرانس کے اندر محاربات کا جو سلسلہ چھڑا، اس سے وہ تباہی آئی جو کسی ملک اور کسی زمانہ میں کسی کے مشاہدہ میں نہ آئی ہوگی۔

انگلستان اور اسلامی ہند کے نظام حکومت کا مقابلہ

مسٹر جون ڈیون پورٹ لکھتے ہیں کہ مسلمان فاتحین کی انتہائی خیر اندیشی اور شفقت مآبی کے جو زبردست ثبوت اور قوی دلائل ملتے ہیں، ان کے مقابلہ میں ان کے ظلم وبے انصافی کے بیانات سخت ناقابل التفات ہیں۔ البتہ ان کے ہم عصر عیسائی فاتحین کی جفاکاریوں اور ظلم رانیوں کی شہادتیں اس کثرت سے موجود ہیں کہ جن سے انکار کرسکنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیا کوئی ہے جو اُن کے جور وبیداد کے مقابلہ میں ان کی کوئی نیکیاں اور شفقتیں بھی پیش کرسکے؟ ہرگز نہیں۔

اس کے بعد مسٹر ڈیون پورٹ نے سلطان فیروز شاہ تغلق، بابر بادشاہ، نصیر الدین ہمایوں، شیر شاہ، اکبر شاہ، نورالدین جہانگیر، شہاب الدین شاہ جہاں وغیرہ سلاطین ہند کی رعایا پروری،

فیض رسانی، معدلت گستری اور رفاہِ خلق کے واقعات درج کر کے ان کو تمام ہم عصر مسیحی تاجداروں پر فوقیت دی ہے اور لکھا ہے کہ جن ایام میں ہندوستان مسلم سلاطینِ ہند کے زیر حکومت شاہ راہِ ترقی کی منزلیں طے کر رہا تھا، اُن دنوں سارے انگلستان میں آب پاشی کے لئے ایک نہر بھی کہیں دکھائی نہ دیتی تھی۔ چند سڑکوں کے سوا باقی تمام گزرگاہیں محض پیدل چلنے کی پگڈنڈیاں تھیں۔ پانی کی بہم رسانی یا پولیس کی حفاظت کے اعتبار سے ہمارے انگلستان کے بڑے سے بڑے شہر بھی سلطنت دہلی کے ادنیٰ ادنیٰ قصبوں کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ اُن ایام میں کسی انگریز مسافر کو جو لندن سے ہائی گیٹ جانے کا قصد کرتا تھا، اپنی منزلِ مقصود پر خیر و عافیت سے پہنچ جانے کا اتنا وثوق نہ تھا، جتنا کہ پنجاب کی سرحد سے دہلی یا دہلی سے الٰہ آباد جانے والے مسافروں کو اپنے صحیح و سلامت پہنچنے کا یقین ہوتا تھا۔

عہد اسلامی میں سفر کی سہولتیں

مسٹر جون ڈیون پورٹ نے موقع کی رعایت سے مسٹر بالویل نام ایک انگریز کا بیان درج کیا ہے جو بہت مدت تک اسلامی ہندوستان میں رہ چکے تھے۔

مسٹر بالویل کا بیان ہے کہ سرزمینِ ہند میں لوگوں کی جان و مال اور عزت ہر طرح سے محفوظ ہے۔ چوریوں یا ڈاکوں کا کبھی ذکر تک نہیں آسکتا۔ مسافر خواہ تن تنہا سفر کر رہا ہو یا مالِ تجارت ساتھ رکھتا ہو، براہ راست حکومت کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ مسافروں کو ایک سے دوسری منزل تک پہنچانے کے لئے سرکاری محافظ بلا اجرت مہیا کئے جاتے ہیں۔ جب مسافر دوسری منزل پر پہنچ جاتا ہے تو پہلی منزل کے محافظ اس کو دوسری منزل کے نگراں کے سپرد کرتے ہیں۔ نگراں مسافر کا بیان لے کر پہلی منزل کے محافظوں کو رسید لکھ دیتا ہے کہ مسافر امن و عافیت کے ساتھ پہنچ گیا۔ جب یہ محافظ رسید لے کر اپنی چوکی پر واپس آتے ہیں تو پہلی منزل کا داروغہ اس رسید کو درج رجسٹر کر کے اس کی رپورٹ حاکم مجاز کے پاس بھیج دیتا ہے۔ مسافر اسی کامیاب نگرانی و محافظت کے ساتھ اطراف و اکنافِ ملک میں سفر کرتا ہے۔

اگر مسافر اسی طرح منزل بہ منزل سفر کرتا جائے تو اُسے اپنی خوراک اور قیام پر یا اسباب

یا مالِ تجارت کے اٹھالے جانے پر کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ لیکن اگر وہ پڑاؤ پر تین دن سے زیادہ مدت ٹھہرنا چاہے تو زائد مدت کا خرچ خوراک اپنی گرہ سے خرچ کرتا ہے بشرطیکہ بیمار نہ پڑ گیا ہو یا کوئی اور ناگزیر حادثہ نہ پیش آگیا ہو۔ اگر کسی علاقے میں مسافر کی کوئی چیز مثلاً زر نقد کی تھیلی یا کوئی اور قیمتی چیز گم ہو جائے تو اس کے پانے والا شخص اُس کو اگلے درخت پر لٹکا دیتا ہے اور قریب کی چوکی میں اس کی اطلاع دیتا ہے۔ جب چوکی کے نگراں کو اس کی اطلاع ملتی ہے تو وہ فوراً قرب وجوار کے تمام مقامات میں اس کی منادی کرا دیتا ہے۔

سلاطین ہند کے انگریز معاصرین کی اخلاقی پستی

اس کے بعد مسٹر ڈیون پورٹ لکھتے ہیں:- اب ہمیں اس کے مقابلہ میں یہ دیکھنا ہے کہ متذکرہ صدر مسلم سلاطین ہند کے عہد ہائے سلطنت میں اُن کے ہم عصر مسیحی فرمانرواؤں اور "روشن خیال" انگلستان کی اخلاقی حالت کیا تھی۔ بلاحظہ ہو۔

سنہ ۱۳۸۱ء وٹ ٹائلر کی شورش۔ اس آتشِ فتنہ کے منطفی ہونے کے بعد جو شورش پسند اشخاص تختہ دار پر چڑھائے گئے، اُن کی تعداد ڈیڑھ سو سے کم نہیں تھی۔ ان میں اکثر ایسے تھے جن پر مقدمہ نہیں چلایا گیا تھا۔

سنہ ۱۳۹۴ء وِکلف نام ایک مصلح کے پیروں کو بُری طرح ستایا گیا اور طرح طرح سے دُکھ دئے گئے۔

سنہ ۱۳۹۸ء شاہ رچرڈ ثانی کی ظالمانہ سلطنت۔ سنہ ۱۳۶۷ء کے ایک قانون پر آئرلینڈ میں بغاوت۔ اس قانون کے رُو سے کسی انگریز آبادکار کا آئرلینڈ کے کسی باشندہ سے رشتہ مصاہرت قائم کرنا سخت غداری قرار دیا گیا۔ اہلِ آئرلینڈ کا سا لباس پہننے اور ان کی وضع قطع اختیار کرنے کی سزا ضبطی جائداد یا قید تجویز ہوئی۔ آئرلینڈ والوں کو اپنی خانقاہوں میں لانے یا ان کے گویّوں اور قوالوں کو مدعو کرنا جرم قرار دیا گیا۔

سنہ ۱۳۹۹ء بولنگبروک نے رچرڈ دوم شاہ انگلستان کو تاج و تخت سے علیحدہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود ہنری چہارم کے لقب سے شاہ انگلستان بن بیٹھا۔ اس نے تخت کے دونوں جائز وارثوں کو ونڈسر کے قصر شاہی میں قید کر دیا۔

۱۴۱۰ء۔ جون باڈبی نام ایک انگریز جنٹلمین بدعت و الحاد کے الزام میں سمتھ فیلڈ کے مقام پر زندہ جلادیا گیا۔

۱۴۱۴ء الحاد کی بیخ کنی کے لئے قانون وضع کیا گیا۔

۱۴۱۵ء جون کلیڈن اور رچرڈ ٹرمن بدعت و الحاد کی پاداش میں بمقام سمتھ فیلڈ نذرِ آتش کئے گئے۔

۱۴۴۱ء بہت سے لوگ جادوگری کے الزام میں گرفتار ہوئے۔ انھیں مختلف قسم کی سزائیں دی گئیں جن میں سے ایک شخص مارگری جورڈین آگ میں زندہ جلایا گیا۔ ڈچس گلوسیسٹر کو اسی الزام میں عبور دریائے شور کی سزا دی گئی۔ بولنگ بروک کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا۔

۱۴۵۵ء انگلستان میں خانہ جنگی شروع ہوئی جو ۱۴۸۵ء تک یعنی تیس سال تک جاری رہی۔ اس لڑائی میں شاہی خاندان کے بارہ شاہزادے، طبقۂ امراء کے دوسو افراد اور تعلیم یافتہ اور شریف خاندانوں اور عوام لناس میں سے کئی لاکھ آدمی مارے گئے۔ قریب قریب سارا انگلستان ویران ہوگیا اور امارت کی شان وہاں سے مٹ گئی۔

۱۴۷۷ء ساحروں کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

۱۴۸۳ء رچرڈ سوم نے تختِ انگلستان پر غاصبانہ قبضہ جمالیا۔ اور اپنے بھتیجوں شاہ ایڈورڈ پنجم اور ڈیوک آوف یارک کو لندن کے شاہی قیدخانہ میں مروا ڈالا۔ لارڈ روز اور دوسرے مقتدر لوگوں کو پومفرٹ کے قصر میں قتل کرادیا۔

۱۴۸۵ء ہنری ہفتم تخت نشین ہوا۔ اس نے استحصال بالجبر کا شیوہ اختیار کیا۔ لوگوں کی جائدادیں ضبط کر کے بڑی دولت جمع کرلی جس کی بدولت وہ پارلیمنٹ کی امداد کے بغیر حکومت کرنے کے قابل ہوگیا۔ اُس نے ایک قسم کا ظالمانہ ٹیکس جو پہلے منسوخ ہوچکا تھا، پھر لگادیا۔

سنہ ۱۵۰۹ء ہنری ہشتم انگلستان کے تختِ سلطنت پر بیٹھا۔ یہ بڑا موذی اور جلاّد حکمراں تھا۔ اکثر فخر سے کہا کرتا تھا کہ میں نے غصہ کے وقت کسی مرد کو اور نفسانی خواہش کے وقت کسی عورت کو کبھی نہیں چھوڑا۔

سنہ ۱۵۳۲ء ایک شخص کو زہر خورانی کے الزام میں اُبلتے پانی میں ڈال کر ہلاک کرایا گیا۔

سنہ ۱۵۳۳ء دو آدمی سمتھ فیلڈ کے مقام پر الحاد کے الزام میں زندہ جلائے گئے۔

سنہ ۱۵۳۸ء دو پادری بدعت کے الزام میں شعلوں کی نذر کئے گئے۔

سنہ ۱۵۳۹ء مقاماتِ ریڈنگ، گلاسٹن بری اور کول چیسٹر کے سجادہ نشینوں نے شاہ ہنری کے افسر پادریاں ہونے سے انکار کیا، اس لئے انھیں پھانسی دی گئی اور ان کے ہاتھ پیر کاٹے گئے۔ سکاٹلینڈ میں بہت سے آدمی جو مسیحیت میں اصلاح و ترمیم چاہتے تھے سزایاب ہوئے۔ سات پادریوں کو آگ کے شعلوں میں ڈال کر موت سے ہمکنار کیا گیا۔ انگلستان اور ویلز میں تمام مذہبی ادارے بند کر دئے گئے۔ یہ ادارے ۳۴۶ صومعوں، ۹۰ کالجوں، ۲۳۷۴ گرجوں اور ۱۱۰ ہسپتالوں پر مشتمل تھے۔ اس کی وجہ سے ہزارہا مخلوق جس کی روزی کا وسیلہ یہی ادارے تھے تباہ ہو گئی۔

سنہ ۱۵۴۰ء بادشاہ نے بڑے بڑے نائٹوں کی جائدادیں ضبط کر لیں۔

سنہ ۱۵۴۱ء سالسبری کی ایک نہایت معزز خاتون مارگریٹ نام شاہ ہنری ہشتم کے حکم سے قتل کی گئی یہ جارج ڈیوک آف کلارنس کی بیٹی تھی۔ اس نے پھانسی کے تختہ پر سر رکھنے سے انکار کر دیا اور بولی جب مجھے اپنا کوئی قصور ہی معلوم نہیں ہے تو میں مجرموں کی طرح مرنا نہیں چاہتی۔ جب جلاّد نے اس کی گردن اڑانے کا قصد کیا تو وہ عالمِ اضطراب و سراسیمگی میں پھانسی کے تختہ کے ارد گرد دَوڑ دَوڑ کر جان بچانے کی کوشش کرنے لگی۔ جلاّد اس کا تعاقب کرتا اور اسے ضربیں لگاتا ہوا۔ آخر جلاّد اس

جرم ناآشنا کا سر تن سے جدا کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

۱۵۴۲ء شاہ ہنری نے چھٹی شادی کیتھرن پار سے کی جو اس کی موت کے بعد تک زندہ رہی۔

۱۵۴۶ء اینے ایسکیو نام ایک عورت الحاد کے الزام میں قتل کی گئی۔ اسی کے ساتھ تین مرد بھی آگ میں زندہ جلا دیئے گئے۔

۱۵۴۹ء دریوزہ گری اور تباہ حالی تمام انگلستان میں پھیل گئی۔ ہر طرف بھیک منگے دکھائی دیتے تھے۔ نہایت تشدد آمیز قوانین نافذ ہوئے۔ ججوں کو اختیار دیا گیا کہ بے کاروں اور آوارہ گردوں کے جسم میں حرف وی (V) کا نشان لگائیں۔ اور جو کوئی کسی عدالت میں کسی آوارہ گرد کی اطلاع دے، عدالت دو سال کے لئے اس آوارہ گرد کو اس کی غلامی میں دے دے۔ اس سال نارفوک میں ہیبت ناک بغاوت پھوٹ پڑی۔

۱۵۵۳ء ملکہ میری تخت نشین ہوئی۔ اس نے عیسائیوں کے پوپری فرقہ کو از سر نو رائج کیا اور تقویت دی۔

۱۵۵۴ء لیڈی جین گرے اور لارڈ گلڈفورڈ کو پھانسی دی گئی۔

۱۵۵۵ء ملکہ میری نے پروٹسٹنٹ عیسائیوں پر ظلم توڑے۔ اوکسفورڈ میں رڈلے اور لاٹیمر نام دو پادری ملحد قرار دے کر زندہ آگ میں جلائے گئے۔ تمام قید خانے ایسے ملحدوں سے بھر گئے۔

۱۵۵۸ء ملکہ میری طعمۂ اجل ہوئی۔ اس کی صرف پنج سالہ مدتِ حکمرانی میں دو سو پچاسی آدمی آگ میں زندہ جلائے گئے۔ اس تعداد میں پانچ بشپ (لارڈ پادری)، اکیس عام پادری، چھپن عورتیں اور چار بچے بھی داخل تھے۔ علاوہ ازیں ہزارہا آدمیوں نے طرح طرح کے جانی اور مالی نقصان اٹھائے۔ میری کے بعد ملکہ الزبتھ انگلستان کے تخت حکومت پر بیٹھی۔ پوپ کو دعویٰ تھا کہ مجھے مذہباً اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ ملکہ کو تخت سے اتار دوں۔ اور ملکہ اس اختیار کو تسلیم نہ کرتی تھی۔ چونکہ انگلستان

کے بہت سے پادریوں نے پوپ کے اس دعوے کی صحت سے انکار نہ کیا، اس لئے ملکہ نے ان پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے اور بہتوں کو آگ میں جلا دیا۔

۱۵۸۶ء سکاٹس کی ملکہ میری پر اس الزام میں مقدمہ چلایا گیا کہ اس نے ملکہ الزبتھ کے خلاف سازش میں حصہ لیا۔ میری نہایت خوش جمال عورت تھی لیکن ہشت سالہ قید و بند کے مصائب نے اسے بالکل زرد فام اپاہج بنا دیا۔

۱۵۸۷ء سکاٹس کی ملکہ میری کی گردن مار دی گئی۔

۱۵۸۸ء آئرلینڈ کے پادریوں پر نہایت خوفناک سختیاں کی گئیں۔

۱۶۰۱ء کوئین الزبتھ مری اور جیمز اول جو سکاٹس کی ملکہ میری مقتولہ کا بیٹا تھا اس کا جانشین ہوا اس نے اعلان کیا کہ مذہبی امور میں کسی سے نرمی اور رواداری نہ برتی جائے گی۔ اس بنا پر پیوریٹن فرقہ کے عیسائی انگلستان سے ہجرت کر کے امریکہ چلے گئے۔ جیمز اول کے عہدِ حکومت میں صرف برطانیہ کے اندر تین ہزار ایک سو بانوے آدمی جادوگری کے الزام میں ہلاک کئے گئے۔ ان لوگوں میں جو اس طرح مارے گئے دو بیوائیں بھی تھیں جنھیں چیف جسٹس ہیلی نے ان کے دشمنوں کے محض اس بیان پر پھانسی دلوا دی کہ انھوں نے تین بچوں پر جادو کر دیا ہے۔

۱۶۰۴ء جیمز نے کوشش کی کہ سکاٹلینڈ میں تثلیث پرستی کو دبائے اور بالکل معدوم کر دے اس سلسلہ میں دس لیڈر قید کر دئے گئے۔ تین سو پادری جلا وطن کئے گئے۔ اس کے بعد بہت سی گرفتاریاں ہوئیں۔ جادوگری کے خلاف قانون وضع ہوا۔

۱۶۲۵ء چارلس اول تخت نشین ہوا۔

۱۶۲۹ء پرائن نام ایک بیرسٹر نے ایک رسالہ شائع کیا جس میں شاہی درباریوں پر کچھ نکتہ چینی کی گئی تھی۔ اس جرم میں وہ بیرسٹری سے برطرف کر دیا گیا۔ اور صرف یہ سزا کافی نہ سمجھی گئی بلکہ حکم ہوا کہ وہ یکے بعد دیگرے دو مقامات ویسٹ منسٹر اور چیپ سائڈ میں لے جا کر

050-40

اُس شکنجہ میں داخل کیا جائے جس میں مجرم کا سر اور ہاتھ ڈال کر عذاب دیتے تھے۔ اور دونوں مقامات پر اس کا ایک ایک کان کاٹا جائے۔ مزید برآں پانچ ہزار پونڈ جرمانہ بادشاہ کو ادا کرے اور حبسِ دوام کی سزا پائے۔ اسی طرح کرنیل للبرن پر ایک باغیانہ رسالہ تالیف کرنے کا الزام لگایا گیا۔ حکم دیا گیا کہ اس کے کوڑے لگا کر اسے سزا کے شکنجہ میں بند کریں اور پھر وہاں سے نکال کر قید خانہ میں ڈال دیں۔ جب کرنیل للبرن پر کوڑے پڑ رہے تھے تو وہ عالم بدحواسی میں زور سے چلّایا۔ "اے خلقِ خدا دیکھو! حکومت کتنا ظلم کر رہی ہے۔" یہ دیکھ کر سٹار چیمبر کے ججوں نے حکم دیا کہ اس کے منہ میں گودڑ ٹھونس دیا جائے تاکہ فریاد نہ کر سکے۔ لنکولن کے فاضل جج ولیمز کے مواعظ یہاں تک مقبول ہوئے کہ کینٹر بری کے آرچ بشپ کے دل میں اس کی طرف سے حسد پیدا ہوا۔ چنانچہ آرچ بشپ نے جس کا نام لاڈ تھا، اس کو ذلیل کرانے کا تہیہ کر لیا۔ چنانچہ ایک بہتان تراش کر اس کو نہ صرف فرض منصبی سے سبک دوش کرا دیا بلکہ اس کو دس ہزار پونڈ جرمانہ کرا کر اتنے زمانہ تک کے لئے شاہی قلعہ میں قید کرا دیا جب تک شاہ رچرڈ اول اس کی قید کو پسند کرے۔ اور انہی چیرہ دستیوں پر اکتفا نہ کیا گیا بلکہ اس کی تمام کتابوں اور فرنیچر کو بھی ضبط کر لیا گیا۔ اس کے مکان کی تلاشی لیتے وقت چند چٹھیاں برآمد ہوئیں جو اوبل ڈسٹون نام کسی سکول ماسٹر نے اس کے نام بھیجی تھیں، اس لئے آٹھ ہزار پونڈ مزید جرمانہ عائد کر دیا گیا۔ سکول ماسٹر کے لئے حکم ہوا کہ پانچ ہزار پونڈ جرمانہ ادا کرے اور سکول کے سامنے اس کے کان اس مشین میں داخل کر کے ان میں کیلیں ٹھونکی جائیں۔

جس میں مجرموں کے اعضا داخل کر کے سزا دی جاتی تھی۔

۱۶۴۱ء آئرلینڈ میں بغاوت پھوٹ پڑی۔ رومن کیتھولک مذہب کے عیسائیوں نے پروٹسٹنٹ فرقہ کے چالیس ہزار عیسائی تہ تیغ کر دیئے۔

۱۶۴۲ء انگلستان میں پھر خانہ جنگی شروع ہوئی۔

۱۶۴۹ء انگلستان کی رعایا اپنے بادشاہ چارلس اوّل کی ظلم رانیوں اور بدکرداریوں سے تنگ آکر اُس کی دشمن ہوگئی۔ چناں چہ گرفتار کرکے اُس پر مقدّمہ چلایا گیا۔ جب اس پر مردم آزاری، غدّاری، خون آشامی وسفاکی اور اپنے ملک کی بدخواہی کے جرم ثابت ہوئے۔ اس لیے اس کی گردن ماری گئی۔ اس کے قتل پر جمہوری حکومت کا اعلان کیا گیا۔

۱۶۵۶ء کروم ویل نے لارڈ پروٹیکٹر کی حیثیت سے عنانِ حکومت سنبھالی۔ اس کے عہدِ حکومت میں ظلم وتشدّد کا دور دورہ رہا۔ لوگ مقدّمہ چلائے بغیر پھانسی کے تختے پر لٹکا دئے جاتے تھے بے شمار اسیرانِ جنگ اور انگلستان کے پچاس شرفاء جو کروم ویل کی حکومت سے ناخوش تھے بار باڈوز کو جلاوطن کر دئے گئے اور حکم ہوا کہ وہاں پہنچنے کے بعد سب کے سب غلاموں کی حیثیت سے فروخت کر دئے جائیں۔ انگلستان فوجی اضلاع میں تقسیم ہوا۔ ہر ضلع ایک میجر جنرل کے ماتحت کیا گیا۔ ان میجر جنرلوں کو اختیار دیا گیا کہ خطرناک قسم کے افراد اور مشتبہ لوگوں کو گرفتار کرکے زندانِ بلا میں ڈال دیں۔

غرض اہلِ انگلستان قرنوں تک انہی خوفناک بدنظمیوں اور روح فرسا مظالم کے چنگل میں گرفتار رہے۔ حالاں کہ اسلامی ہند کے باشندے ہمیشہ امن وعافیت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس تقابل سے جو اوپر دکھایا گیا صاف نظر آتا ہے کہ ہندوستان کے ادنیٰ سے ادنیٰ مسلم تاجدار بھی اخلاقی نقطۂ نظر سے انگلستان کے بہتر سے بہتر تاج داروں پر فوقیت رکھتے تھے بایں ہمہ جب انگریز نے بھی ہندوستان کی تاریخ لکھی اس نے مسلم سلاطین کو نہایت بھیانک تشکل میں پیش کرکے دیانت وانصاف کا بہت بُری طرح گلا گھونٹا لیکن خدا بھلا کرے مسٹر ڈیون پورٹ کا جنھوں نے اظہارِ حقیقت کرکے اس طلسم کا پردہ چاک کر دیا۔

انگریز مورخوں کا فساد نیت مسٹر ڈیون پورٹ لکھتے ہیں کہ انگریز مورخوں نے ہندوستان کی جو تاریخ لکھی ہے، اس میں مسلمان حکمرانوں کی سخت مذمت کی ہے۔ اگر ان مورخوں کی نیت میں فساد نہ ہوتا تو وہ ہندستان پر مسلمانوں کی فتوحات کا نارمنوں کی فتح سے مقابلہ کرتے جو اسی زمانہ میں انھیں انگلستان پر حاصل ہوتی تھی۔ اسی طرح سلاطینِ اسلام کے عادات وخصائل کا اُن کے ہم عصر شاہانِ یورپ کے اخلاق سے موازنہ کرتے اور اُن لڑائیوں کو جو ہندوستان میں چودھویں صدی عیسوی میں ہوئیں، ہماری فرانسیسی لڑائیوں یا صلیبی جنگوں سے مقابلہ کرتے اور اسلامی فتوحات کے اثر کا جو ہنود کے دل ودماغ اور اخلاق پر ہوا۔ نارمنوں کی فتح کے اس اثر سے مقابلہ کرتے جو انھوں نے مفتوح انگریزوں کے اخلاق پر ڈالا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ انگلستان کا باشندہ ہونا عیب میں داخل اور سخت عار سمجھا جاتا تھا اور حرام کاری کی اتنی بہتات تھی کہ ایک رات ایک شہزادی کو اپنے حفظِ عصمت وناموس کے لئے فقیری لباس پہننا پڑا تھا۔ ان ایام میں سرزمین انگلستان پر ہر طرف ظلم وبیداد کی حکومت تھی اور خلقِ خدا کے حفظ وامن کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں تھی جو رعایا کے حق میں درندوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ (اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن ص ۹۸ مطبوعہ لاہور ص ۷۲)

ہندوستان میں انگریزی حکومت کا عہد ظلمت مسٹر ڈیون پورٹ نے جس طرح مسلم سلاطینِ ہند کے اخلاقِ حمیدہ کا انگریز فرمانرواؤں کے چال چلن سے مقابلہ کیا ہے، اسی طرح ہندوستان کی انگریزی عمل داری پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

اُب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہندوستان میں حصولِ اقتدار کے بعد ہم انگریزوں کا اپنا رویہ اور چلن کس قسم کا تھا جب انگریزوں نے میر قاسم کو حکومتِ بنگال سے برطرف کر دیا تو اس کے بعد بنگال کو جس تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑا، اس کی کیفیت کلائیو کے لفظوں میں سنئے۔ وہ لکھتا ہے کہ میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایسی بدنظمی اور رشوت ستانی

اور ظلم رانی کسی ملک میں دیکھی یا سنی نہ گئی ہوگی جو بنگال میں رونما ہوئی۔ بنگال، بہار اور اڑیسہ کی مال گذاری ۳۰ لاکھ پونڈ تھی۔ لیکن جب سے میر جعفر کو صوبہ داری واپس ملی ہے بنگال، بہار اور اڑیسہ براہِ راست ملازمینِ کمپنی کے زیر اہتمام ہیں۔ ان تینوں صوبوں میں ملکی اور فوجی دونوں محکموں نے نواب سے لے کر نہایت ادنیٰ درجہ کے زمینداروں تک ہر شخص پر چوتھ مقرر کر رکھی ہے جو ہر ایک سے جبراً وصول کی جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بنگال کے اکناف و اطراف میں قحط، گرانی اور تنگیٔ معاش کا دور دورہ ہے۔

لارڈ کارنوالس گورنر جنرل نے بنگال کے متعلق لکھا کہ مجھے یہ بیان کرتے ہوئے سخت تکلیف ہوتی ہے کہ اس ملک کی تجارت اور زراعت رفتہ رفتہ زوال پذیر ہے۔ بنیوں کی قوم کے سوا تمام باشندے مفلس ہوتے جاتے ہیں۔ ہماری بد انتظامی کی وجہ سے صرف ہماری رعایا کو نقصان نہیں پہنچا، بلکہ راجاؤں کی عمل داری میں بھی یہ خرابی پھیل گئی ہے۔ جب سے نوابِ اودھ سے ہمارا ارتباط ہوا ہے، اس کا ملک بھی ایک بے جان لاش بن کر رہ گیا ہے۔

لارڈ ہیسٹنگ گورنر جنرل نے اپنے عہد حکومت میں لکھا کہ ہماری دست اندازیوں اور بے باکیوں کی وجہ سے تمام ہندستانی سرکاریں ہم سے ایسی ہی خوف زدہ ہیں جیسی کہ ہماری فوج سے خائف ہیں۔ ہر ہندوستانی ہم سے خط و کتابت کرنا خطرناک سمجھتا ہے کیوں کہ ہندستانی دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں سے ہم نے دوستی کی وہی تباہ و برباد ہوئے۔ اس کا بڑا باعث ہمارے اودھ کے معاملات ہیں۔ مسٹر بل مورخ کا قول ہے کہ اس سے پیشتر ملک اودھ بام ترقی پر پہنچا ہوا تھا اور اس کی سالانہ آمدنی تین کروڑ روپیہ سالانہ تھی۔ لیکن جب ہم نے نواب اودھ کی قلم رو میں کچھ انگریز افسر اور فوج مقرر کی تو نواب عرصۂ قلیل قلاش ہو گیا اور عسرت کے عالم میں بسر اوقات کرنے لگا اور اس کے چند ہی سال بعد اسے احساس ہوا کہ اودھ کے محاصل پہلے سے نصف رہ گئے ہیں۔ کمپنی کے ملازموں نے نو سال میں ۴۳ لاکھ روپے

فی سال نواب سے بجبر وصول کئے۔

لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل نے لکھا کہ ہزارہا افراد کمپنی کے ملکی اور فوجی نوکروں کی تنخواہوں، پنشنوں اور رشوتوں کی وجہ سے مفلس ہو گئے ہیں اور نواب کے خزانہ میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ ہمارے نوکروں کو بھی راضی کرے اور اپنے نوکروں کو بھی تنخواہ دے۔ اکثر لوگوں کے نزدیک یہ امر بیجا ٹھیرے گا کہ ہم نے نواب کی حفاظت کے لئے ایسی فوج بھیجی ہے جس کی تنخواہ دینے کا اُسے مقدور نہیں اور نہ اُسے اس فوج کی کوئی حاجت ہے۔

ہیسٹنگز کے بعد لارڈ کارنوالس نے اس سے بھی زیادہ فوج نواب پر مسلط کر دی۔ ہر چند نواب نے التجائیں کیں لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کے بعد سر جون شور نے نواب سے مالی امداد طلب کی اور رفتہ رفتہ پچیس ۲۵ لاکھ روپیہ سالانہ سے ستر لاکھ سالانہ تک نوبت پہنچا دی۔

اس کے بعد لارڈ ولزلی گورنر جنرل نے ۱۸۰۱ء میں نواب کو دھمکی دی کہ ہم تم سے تمہارا سارا ملک چھین لیں گے اور نواب سے اُس کا نصف ملک جس کی آمدنی ایک کروڑ تیس لاکھ روپے سالانہ تھی، اُس ستر لاکھ کے عوض میں لے لیا جو کمپنی نے نواب پر تاوان عائد کیا تھا۔ مگر ہماری ظلم آرائی اور زر طلبی اب بھی موقوف نہ ہوئی۔ ۱۸۱۵ء اور ۱۸۲۵ء کے درمیان ہم نے نواب سے چالیس لاکھ روپے سے کچھ زیادہ رقم بطور قرض لی۔

لارڈ ہیسٹنگ گورنر جنرل کا بیان ہے کہ یہ روپیہ ہم نے نواب سے قرض نہیں لیا تھا بلکہ اپنی طاقت کا رُعب ڈال کر وصول کیا تھا اور اس کے عوض میں نواب کو بادشاہی کا خالی لقب اور تھوڑا سا غیر آباد علاقہ جو بیابان سے بہتر نہ ہو گا دے دیا۔ اس کے بعد لارڈ ڈلہوزی نے ۱۸۳۷ء میں عہد نامہ کو توڑ ڈالا اور اودھ کی سرزمین نواب سے چھین لی۔ اس ملک پر صرف اس دلیل سے قبضہ کیا گیا کہ یہ خطہ بہت اچھے موقع پر ہندوستان کے وسط میں واقع ہے اور بہت زرخیز ہے۔

انگریز کسی عہد و پیماں کا پابند نہیں مسٹر ڈیون پورٹ لکھتے ہیں کہ نظام حیدر آباد کی مملکت

ہمارے مقبوضات کے شمال میں واقع تھی نظام نے کمپنی کے چند اضلاع سپرد کرکے ان کا سالانہ خراج لینا ٹھیرالیا۔ مگر ہم نے خراج نہ دیا۔ اس بدمعاملگی کو دیکھ کر نظام دکن نے کہنا شروع کیا کہ انگریز ایسی قوم ہے جو نہ کسی عہدوپیماں کی پابند ہے اور نہ اسے انصاف و دیانت سے کچھ سروکار ہے۔ اس کے بعد نظام نے حیدرعلی کو ہمارے خلاف رزم خواہ ہونے کے لئے بلا بھیجا اور کہا کہ جب تک ہندوستان میں انگریزوں کے پاس ایک انچ زمین بھی رہے گی کوئی ہندوستانی امن سے نہیں رہ سکے گا (اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن مطبوعہ لندن ص ١١٨۔ ١١٩)۔

ریاستیں ضبط کرنے کی عیارانہ چال

انگریز مورخوں کی تواریخ ہند میں بے شمار ایسے بیانات ہیں جو یا تو سرے سے بالکل بے بنیاد ہیں یا ان کا بیشتر حصہ غیر صحیح ہے۔ حالاں کہ اگر یہ مورخ انصاف و دیانت کی حبل متین کو ہاتھ سے نہ چھوڑتے تو انہیں صحیح وقائع نگاری کے ذرائع تمام دوسری مغربی قوموں سے زیادہ میسّر تھے۔

مثال کے طور پر کلکتہ کی کال کوٹھری کو لیجئے۔ قریب قریب ہر انگریز مورخ نے اس داستان کو بڑے طمطراق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حالاں کہ جس قدر زیادہ اس کو شہرت دی گئی، اتنا ہی یہ زیادہ لغو اور بے بنیاد نکلی۔ سرجان کیمی (Sir J. Kaye) کتاب ہسٹری اوف دی سپائی وار جلد سوم (History of The Sepay war vol. III) میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ہم لوگوں کا یہ عام دستور رہا ہے کہ جب ہم کسی دیسی حکمران کی ریاست ضبط کرنے کا تہیہ کرتے ہیں تو پہلے اُس حاکم کو بدنام کرتے ہیں اور اس کے خلاف غلط افواہوں کو شہرت دیتے ہیں۔ اس کے بعد بدنظمی کا الزام تراش کر اسے انگریزی عمل داری میں شامل کر لیتے ہیں۔

کلکتہ کی کالی کوٹھری بھی انگریز دروغ بافوں کا دماغی اختراع ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں۔ یہ قصہ محض اس لئے وضع کیا گیا تھا کہ نواب سراج الدولہ مرحوم کو ظالم وسفاک ثابت کرکے اس حملہ کی کاغذی وجہ جواز بہم پہنچائی جائے جو بنگال کو انگریزی عمل داری میں شامل کرنے کے لئے نواب پر کیا گیا تھا۔